حضرت صدّیقِ اکبر رضی اللہ عنہ غیروں کی نظر میں

از : پروفیسر یوسف سلیم چشتی مرحوم

یہ مضمون چشتی صاحب مرحوم نے "سیرت صدیق اکبرؓ کانفرنس" منعقدہ برکت علی اسلامیہ ہال لاہور، میں مورخہ ۲۲/ جولائی ۱۹۷۳ء کو پڑھ کر سنایا تھا۔

صاحب صدر اور حاضرین مجلس!

میرے لئے اس محفل میں شرکت بلاشبہ باعثِ سعادت ہے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی سیرت اس قدر پاکیزہ، دل کش اور بے عیب ہے کہ اغیار نے بھی ان کی عظمتِ ذاتی کا اعتراف کیا ہے اور صمیم قلب انہیں خراج تحسین ادا کیا ہے۔

(ا) میں سب سے پہلے ہندوؤں کے مہاتما اور محسن اعظم مسٹر گاندھی کی رائے آپ حضرات کی خدمت میں پیش کروں گا۔ جب ۱۹۳۷ء میں ملاعنہ فرنگ نے ہند کے باشندوں کو صوبہ جاتی خود مختاری عطا کی تو گاندھی نے اپنی قوم کو مشورہ دیا تھا کہ ہندو قوم کو (۱۹۴۷ـ۱۲۰۷=) ۷۴۰ سال کے بعد آزادی ملنے والی ہے۔ چونکہ وہ اس طویل مدت میں حکمرانی کے طور طریقے فراموش کر چکے ہیں اس لئے میں ان کو مخلصانہ مشورہ دیتا ہوں کہ وہ "ہجرت" ابو بکر اور "ہجرت" عمر کے "اسوۂ حسنہ" کو پیش نظر رکھیں، کیونکہ تاریخ عالم ان سے بہتر حکمران ابھی تک ہمارے سامنے پیش نہیں کر سکی ہے۔ یہ مشورہ دینے کے بعد گاندھی نے دونوں بزرگوں کی پاکیزہ شخصیت کے بعض پہلوؤں کو نمایاں کیا تھا اور صدیقِ

اکبر رضی اللہ عنہ کے بارے میں لکھا تھا کہ وہ اس قدر درویش صفت تھے کہ خلیفہ بن جانے کے بعد بھی عوام کی سیوا اسی طرح کرتے تھے جس طرح پہلے کرتے تھے۔

اس کے بعد عیسائی مصنفین کے خیالات پیش کرتا ہوں۔

(۲) وان کریمر (Von Kramer) :

اپنی تالیف "The Orient under theCaliphs" میں لکھتا ہے :

Abu Bakr the successor and the representative of the Prophet in the highest affairs of the Muslim Community was a simple man to the old Arabian fashion and when summoned of the Caliphate he was changed in no respect.

مدینے کے نواح میں بمقام "سخ" نہایت سادگی سے رہتے تھے اور خلیفہ ہو جانے کے بعد سات ماہ تک روزانہ صبح کو ایسے وقت مدینے پہنچ جاتے تھے کہ مومنوں کو فجر کی نماز پڑھا سکیں۔ مدینے منتقل ہو جانے کے بعد بھی سادگی میں کوئی فرق نہیں آیا۔ صرف ایک خادم تھا جو گھر کا کام کرتا تھا اور بوقتِ فرصت مجاہدین کی تلواروں کو صاف کرتا تھا۔

(۳) ایچ جی ویلز (H.G.Wells) :

"روح اسلام کا مجسمۂ ظاہری آنحضرتؐ نہیں تھے بلکہ آپ کے جگری دوست اور معاون حضرت ابو بکرؓ تھے۔ اگر آنحضرت ابتدائی اسلام کا ذہن اور تخیل تھے تو ابو بکر اس کا ضمیر اور ارادہ تھے۔ دونوں کی زندگی ایک دوسرے کی رفاقت میں بسر ہوئی مگر اس طرح کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جو بات بھی زبان سے نکالی ابو بکرؓ نے اس پر آمنا اور صدقنا کہا۔

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی وفات کے بعد ابو بکرؓ نے اس ایمان کا مظاہرہ کیا جس کی بدولت پہاڑ بھی اپنی جگہ سے سرک سکتا ہے۔ آنحضرتؐ نے ۶۲۸ء میں شاہان عالم کو اسلام کی دعوت دی تھی۔ ابو بکرؓ نے اپنے آقا کی خواہش کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لئے فتوحات کا دروازہ کھول دیا اور اگر دنیائے اسلام میں ابو بکر کے پائے کے بیس آدمی اور ہوتے تو وہ ساری دنیا کو فتح کر لیتے"۔

(۴) سائیکلو پیڈیا آف اسلام :

"حضرت ابو بکرؓ کی سب سے بڑی خصوصیت وہ غیر متزلزل ایمان ہے جو وہ

آنحضرتؐ کی رسالت پر رکھتے تھے۔ معراج اور صلح حدیبیہ کے موقع پر اپنے ایمان کی جس پختگی کا مظاہرہ انہوں نے کیا اس کے صلے میں بقول ابن اسحاق انہیں "الصدیق" کا لقب حاصل ہوا اور یہ لقب آج تک ان کے نام کا جزوِلاینفک بنا ہوا ہے۔

نہایت رقیق القلب اور حلیم الطبع تھے۔ جب تلاوت کرتے تھے تو رقت طاری ہو جاتی تھی اور بقول حضرت عائشہ صدیقہؓ جب آنحضرتؐ نے ان سے کہا کہ تم ہجرت میں میرے رفیق سفر ہو گے تو فرطِ مسرت سے گریہ طاری ہو گیا۔ پیغمبر کی اخلاقی تعلیم کا ان پر بہت جلد اثر مرتب ہوتا تھا، جس کا ثبوت مسلمان غلاموں کو خرید کر آزاد کر دینے سے مل سکتا ہے۔

ابو بکرؓ دین کی ترقی کے لئے ہمیشہ بڑی سے بڑی قربانی دینے کے لئے آمادہ ہو جاتے تھے۔ جب اسلام لائے تو ان کے پاس چالیس ہزار درہم نقد تھے لیکن بوقت ہجرت صرف ۵ ہزار رہ گئے تھے اور چلتے وقت انہیں بھی اپنے ساتھ لے گئے تھے۔ ابو بکر نے قبول اسلام کے بعد ہجرت تک ہر نازک موقع پر اپنے آقا کا ساتھ دیا، ہر مصیبت کا رسول کے ساتھ شانہ بشانہ مردانہ وار مقابلہ کیا۔ ان کی دنیاوی زندگی میں سب سے اعلیٰ مقام اس وقت آیا جب محمد (ﷺ) نے انہیں اپنا رفیق منتخب کیا اور اللہ نے ان کی ایثار آمیز رفاقت کو "ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ" کے لقب سے اسلام کی تاریخ میں غیر فانی بنا دیا۔

پیغمبر نے ۹ھ میں انہیں امیر الحج کا شرف عطا کیا اور میری تحقیق کے مطابق انہوں نے اعلان براءۃ لوگوں کو سنایا تھا نہ کہ حضرت علیؓ نے۔ جب محمد (ﷺ) بیمار ہوئے تو انہوں نے ابو بکر کو نماز پڑھانے کا حکم دیا اور اسی نمایاں خصوصیت کی بنا پر عمرؓ اور ان کے احباب (مثلاً ابن عوف، ابن جراح، ابن ابی وقاص، طلحہ وغیرہ) نے سقیفہ میں ابو بکر کو خلیفہ المسلمین منتخب کرنے کی تجویز پیش کی تھی۔

چونکہ دین میں وہ کسی بدعت کے قائل نہیں تھے اور ان کی سیرت نہایت مستقیم تھی اس لئے وہ محمد ثانی یا مجسم محمد بن گئے۔ انہوں نے مسلمانوں کی جماعت کو مضبوط بنیادوں پر استوار کیا اور تمام خطرات کا مردانہ وار مقابلہ کیا اور اپنی وفات کے وقت امت کو ایسی مستحکم حالت میں چھوڑا کہ اس نے عمرؓ کے زمانے میں ان کی حکومت کو سہارا دیا۔ ابو بکر نے

اطاعتِ رسول کا بہترین نمونہ اس وقت پیش کیا جب انہوں نے نازک حالات کے باوجود جیشِ اسامہ کو روانہ کر دیا۔ ابو بکر نے بنو حنیفہ کو مغلوب کر کے اور مطیع اسلام کر کے وہ کارنامہ انجام دیا جو ان کے آقا بھی انجام نہیں دے سکے تھے۔

خلیفہ ہو کر بھی ابو بکرؓ نے اپنی سادگی کو برقرار رکھا۔ مال غنیمت کی تقسیم کے سلسلے میں ابو بکر نے قرآن کے اس حکم کو ہمیشہ مد نظر رکھا کہ سب مومن برابر کے حصہ دار ہیں۔ احادیث صحیحہ میں ان کی سادگی اور ان کے زہد و اتقاء کے بہت سے واقعات موجود ہیں۔ انہوں نے اپنے عہدے سے کبھی ناجائز فائدہ نہیں اٹھایا اور مالدار ہونے کی کبھی تمنا نہیں کی۔[۱]"

(۵) اسٹینلی لین پول "Studies in a Mosque" میں لکھتا ہے:

"ابو بکر کی سنجیدہ قوت فیصلہ اور محبت و شفقت سے لبریز دل، یہ دو خوبیاں اسلام کی ترقی کے لئے نعمت غیر مترقبہ ثابت ہوئیں۔"

(۶) سائمن اوکلے "History of Saracens" میں لکھتا ہے:

"ابو بکرؓ نے بیت المال میں کبھی رقم جمع نہیں ہونے دی۔ ہر جمعہ کو نماز سے قبل جس قدر رقم ہوتی تھی سب مستحق افراد میں تقسیم کر دیتے تھے۔ ان کی صفات عفت و عصمت، زہد و ورع اور زخارف دنیوی سے بے تعلقی قابل تقلید تھیں۔ قبل وفات انہوں نے اپنی بیٹی عائشہؓ سے کہا کہ جس قدر رقم میں نے بحیثیت خلیفۃ المسلمین بیت المال سے لی ہے سب میرے ذاتی اثاثے کو فروخت کر کے واپس کر دو۔ چنانچہ جب عمرؓ نے یہ بات سنی تو کہا "ابو بکرؓ نے اپنے جانشین کے سامنے نہایت دشوار نمونہ پیش کیا۔"

(۷) ایڈورڈ گبن لکھتا ہے:

"جب ابو بکرؓ خلیفہ ہوئے تو انہوں نے اپنی بیٹی عائشہؓ سے کہا کہ جدّی جائیداد

---

[۱] ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کو یہ مشورہ دیا کہ وظائفِ سابقون، لاحقون سے زیادہ ہونے چاہئیں۔ اس پر صدیق اکبرؓ نے فرمایا: سبقت الی الاسلام سے میں بھی واقف ہوں مگر یہ تو وہ چیز ہے جس کا اجر اللہ کے ذمے ہے۔ یہاں اس دنیا میں تو معاش کا معاملہ ہے اور اس میں سابق اور لاحق سب برابر ہیں، یکسانیت ترجیح سے بہتر ہے۔

کا گوشوارہ مرتب کر لو تا کہ کوئی شخص یہ نہ کہہ سکے کہ ابوبکر نے بیت المال میں ناجائز تصرف کر کے جائداد میں اضافہ کر لیا ہے۔ وہ صرف تین درہم روزانہ اپنے خانگی اخراجات کے لئے لیتے تھے۔ صرف ایک اونٹ اور ایک حبشی غلام ان کی ملکیت تھا۔ اس کے باوجود ہر جمعہ کو وہ ذاتی پس ماندہ رقم اور بیت المال کی ساری رقم خیرات کر دیتے تھے۔ جب ان کی وفات کے بعد ان کا کل ترکہ جو ایک موٹے کرتے اور چادر اور پانچ درہم پر مشتمل تھا' عمرؓ کے حوالے کیا گیا تو انہوں نے آہ سرد بھر کر کہا" میں ان کے نقش قدم پر نہیں چل سکتا۔"

(۸) ڈاکٹر وائل "A History of the Islamic Peoples" میں لکھتا ہے :

"ابوبکر کی نجی زندگی بھی اسی طرح پاکیزہ اور اعتراضات سے بالاتر تھی جس طرح ان کی پبلک زندگی۔ اس کے سوا ان پر کوئی نکتہ چینی نہیں ہو سکتی کہ وہ خالدؓ پر غیر معمولی طور سے مہربان تھے' مگر یہ طرز عمل بھی ان کی سیاسی حکمت عملی اور دانش مندی پر دلالت کرتا ہے۔ انہوں نے مال غنیمت ہمیشہ صرف سلطنت کی بہبود پر خرچ کیا' خود کوئی فائدہ حاصل نہیں کیا۔ وہ خلیفہ ہو کر بھی اسی طرح غریب رہے جس طرح پہلے تھے۔ وہ اپنی ساری دولت اسلام پر قربان کر چکے تھے۔ انہوں نے صحابہ کے اصرار شدید پر چند ہزار درہم سالانہ بطور وظیفہ قبول کیا تھا۔ وہ مہربان' سادگی پسند اور بہت متورع تھے"۔

(۹) اندرے سرویئر (Andre Servier) لکھتا ہے :

(کتاب "Islam and the Psychology of the Musalmans")

"ابوبکر بہت سادگی پسند تھے اور خلیفہ بن جانے کے باوجود انہوں نے غربت کی زندگی بسر کی۔ جب وفات پائی تو ترکے میں صرف ایک بوسیدہ قمیص' ایک غلام اور ایک اونٹ چھوڑا۔ وہ حقیقی معنی میں اپنی قوم کے شیخ اور سردار تھے۔ اہل مدینہ کے محبوب تھے۔ ایک خوبی ان میں سب خوبیوں پر بھاری تھی اور وہ سخت جفاکشی تھی۔ ان کی فتوحات کا سرچشمہ وہ دو صفات تھیں جو ان کے دشمنوں میں نہیں تھیں۔ ایک تو ایمان باللہ جسے کوئی طاقت نہیں ہلا سکتی تھی' دوسری اسلام کی حقانیت پر پختہ یقین۔ سچ تو یہ ہے کہ وہ صحیح مقام پر صحیح آدمی تھے۔ انہوں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے کام کو از سر نو شروع کر کے پایۂ تکمیل

تک پہنچایا"۔

(۱۰) سرولیم میور لکھتا ہے :

"جب ابو بکرؓ بستر مرگ پر تھے تو ان کے ضمیر نے انہیں ملامت کی کہ بیت المال سے بقدرِ ضرورت وظیفہ بھی کیوں لیا؟ لہٰذا انہوں نے حکم دیا کہ میری فلاں جائیداد بیچ کر وظیفے کی کل رقم بیت المال میں واپس کردی جائے۔

سیرت کے اعتبار سے ابو بکر نہایت رقیق القلب اور شریف النفس تھے۔ اسی رقت قلبی کی بنا پر ان کا لقب "الاوّاہ" پڑ گیا تھا یعنی بہت زیادہ آہ بھرنے والا۔ انہوں نے ساری عمر کسی پر ظلم نہیں کیا۔ دن میں معاملات خلافت انجام دیتے تھے' رات کو غریبوں اور مسکینوں کی خفیہ طور پر خدمت کرتے تھے۔ ایک رات حضرت عمرؓ مدینے کی ایک ضعیف اور نابینا بیوہ کی خدمت کے لے گئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ابو بکر ان سے پہلے پہنچ کر ان کی خدمت میں مشغول ہیں۔

یہ سچ ہے کہ ابو بکر بہت نرم دل تھے مگر ضرورت کے وقت نہایت مستقل مزاجی کا ثبوت دیتے تھے۔ مثلاً سب نے منع کیا مگر انہوں نے جیشِ اسامہ کو روانہ کرکے ہی دم لیا حالانکہ اس وقت مدینے میں فوج کی اشد ضرورت تھی۔ آنحضرتؐ کی اطاعت کا جذبہ اس سے ظاہر ہے کہ انہوں نے سب صحابہ سے کہہ دیا کہ جس علم کو آنحضرت نے لہرادیا میں اس کو ہرگز نہیں لپیٹوں گا۔

ابو بکر کو استعلائے نفس کا خیال مطلق نہ تھا' اگرچہ وہ مطلق العنان تھے مگر انہوں نے اپنے اقتدار کو اسلام کی بہبود کے لئے استعمال کیا۔ لیکن ان کی غیر معمولی قوت کا راز محمد (ﷺ) پر ایمان میں مضمر تھا۔ ان کے سامنے ہمیشہ ایک ہی مسئلہ رہتا تھا اور وہ یہ کہ اس معاملے میں جو اس وقت میرے سامنے ہے اگر آنحضرتؐ ہوتے تو کیا کرتے۔ تاریخ گواہ ہے کہ اس اصول سے وہ بال برابر ادھر یا اُدھر نہیں ہوئے۔ اسی جذبے کی بدولت وہ فتنہ ارتداد کا کامیابی کے ساتھ مقابلہ کرسکے اور اسلام کی بنیادوں کو دوبارہ مستحکم کردیا۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اگرچہ ان کا عہد حکومت بہت مختصر تھا مگر پیغمبر کے بعد' دین اسلام اپنی بقا کے لئے ان سے زیادہ کسی شخص کا ممنونِ احسان نہیں ہے۔

ان کا محمد (ﷺ) پر ایسا پختہ ایمان خود محمد (ﷺ) کے خلوص پر زبردست شہادت ہے۔ اگر محمد (ﷺ) نے اپنی نبوت کا آغاز فریب سے کیا ہوتا تو وہ اس شخص (یعنی ابوبکر) کی حمایت اور دوستی اور رفاقت حاصل کرنے میں کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے تھے جو انتہائی دانش مند اور زیرک ہی نہیں تھا بلکہ جس نے اپنی ساری زندگی ایمانداری' خلوص اور سادگی میں بسر کر دی"۔

(The Caliphate by W.Muir P.78-81)

(۱۱) سائیکلو پیڈیا بریطانیکا جلد اول صفحہ ۶۹ :

"چونکہ ابوبکرؓ کا ایمان محمد (ﷺ) کی رسالت پر نہایت پختہ اور مستحکم تھا اس لئے انہیں الصّدیق کا لقب حاصل ہو گیا۔ رسول سے شخصی تعلق میں انہوں نے انتہائی فدویت اور سچی عقیدت کا ثبوت دیا۔ ان کا ایمان غیر متزلزل تھا۔ بوقت ہجرت صرف وہی رفیق پیغمبر تھے اور رفاقت کا یہ شرف انہیں پیغمبر کی وفات تک مسلسل حاصل رہا۔

بحالتِ مرض الموت پیغمبرؐ نے ابوبکر کو امامتِ صلوٰۃ کا حکم دے کر دراصل اس طرف اشارہ کر دیا کہ میری وفات کے بعد وہی میرے جانشین ہوں گے۔ پیغمبرؐ کے اس انتخاب کی تصدیق تمام اکابر صحابہ نے کر دی' پھر انجام کار اس انتخاب کو مستقل حیثیت دے دی۔ اگرچہ علیؓ نے شروع میں اختلاف کیا تھا مگر پھر سرِ تسلیم خم کر دیا"۔

بقیہ : تعارفِ قرآن کریم

محارِمُہ "یعنی جس نے قرآن کی حرام کردہ اشیاء کو حلال ٹھہرالیا اس کا قرآن پر کوئی ایمان نہیں ہے۔ اب اپنی زندگیوں کا جائزہ لیجئے' اپنے گریبانوں میں جھانک کر دیکھئے۔ خود قرآن تم سے سوال کر رہا ہے کہ کیا تم نے اپنا نصیب یہ قرار دیا ہے کہ اسے جھٹلا رہے ہو؟ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق دے کہ ہم قرآن کی نہ قولی تکذیب کریں نہ عملی تکذیب۔ قول سے' عمل سے اس کی تصویب کریں۔ اللہ تعالیٰ اس پر ایمان اور یقین سے ہمارے سینوں کو منور کر دے۔ آمین!

بارک اللّٰہ لی ولکم فی القرآن العظیم ۔ ونفعنی وایاکم بالایت والذکر الحکیم OO